بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ

فروری ۲۰۲۲ء

جمادی الثانی / رجب المرجب۔ ۱۴۴۳ھ

انٹرنیشنل

ISSN
2754
267X

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفٰی (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مدّعی نبُوت نہیں مجدّدِ صد چہار دہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر
شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔	۲
۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔	۴
۳: کلام علوی	۷
۴: یہ مولوی —حضرت مولانا عبدالحق وِدیارتھیؒ	۷

درخواستِ جواب

حال ہی میں واٹس ایپ گروپ پیور ڈسکسر میں ہماری براڈکاسٹ 'اسرائیل اور مسلمان' میں ہم نے ثابت کیا کہ اسرائیل کے قیام کی وجہ اہلسنت مسلمانوں کی عیسائیوں کی حمایت تھی۔ خاص طور پر پہلی جنگ عظیم میں کرنل لارنس کی ایما پر ترکوں کے خلاف بغاوت کرکے تُرکی کی تباہی۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں برٹش انڈین آرمی میں ۶۰٪ فوجی مسلمان تھے جو برطانوی حکمرانوں کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار تھے۔

سُو عزیزو انگریزوں کے ایجنٹ آپ تھے کہ احمدی؟

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰–تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰–Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ–انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ – اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین–انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط۔۲۷صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۸)

مرتب ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

علومِ معاد کا حصول پاک مکاشفات سے

ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہوسکتے ہیں صرف عقل کے ذریعہ سے ان کا عُقدہ حل نہیں ہوسکتا۔ خُدا نے اس دُنیا میں مجہولات کے جاننے کیلئے علٰیحدہ علٰیحدہ وسائل رکھے ہیں۔ پس ہر ایک چیز کو اس کے وسیلہ کے ذریعہ سے ڈھونڈو۔ تب اسے پالو گے۔

ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خُدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مُردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور نیکوکاروں کو زندہ قرار دیا ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ جو لوگ خُدا تعالیٰ سے غافل مرے اُن کی زندگی کے اسباب جو کھانا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی منقطع ہو گئے اور رُوحانی غذا میں اُن کو کچھ حصہ نہ تھا۔ پس وہ در حقیقت مر گئے اور وہ صرف عذاب اُٹھانے کے لئے زندہ ہوں گے۔ اسی بھید کی طرف اللہ جلّ شانہ' نے اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ کہتا ہے۔ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي (طہٰ:۷۴) یعنی جو شخص مجرم بن کر خُدا کے پاس آئے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ اس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ مگر جو لوگ خُدا کے مُحِبّ ہیں وہ موت سے نہیں مرتے کیونکہ اُن کا پانی اور اُن کی روٹی اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر برزخ کے بعد وہ زمانہ ہے جس کا نام عالم بعث ہے۔ اس زمانہ میں ہر ایک رُوح نیک ہو یا بد، صالح ہو یا فاسق ایک کھُلا کھُلا جسم حاصل کرے گی۔ اور یہ دن خُدا کی ان پوری تجلّیات کے لئے مقرر کیا گیا ہے جس میں ہر ایک اِنسان اپنے رَبّ کی ہستی سے پورے طور پر واقف ہو جائے گا اور ہر ایک شخص اپنی جزاء کے انتہائی نقطہ تک پہنچے گا۔ یہ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ خُدا سے یہ کیونکر ہوسکے گا کیونکہ وہ ہر ایک قدرت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جیسا کہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم النبین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ اُس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ختم ہوگئی'۔

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: 'اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے'۔

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

وہ خود فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۔وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۔قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُنِۙ ۔ (یس:۷۷تا۷۹)-اَوَلَیْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ٭ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۔اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْــًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۔فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ - (یس:۸۱تا۸۳) یعنی کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو ایک قطرہ پانی سے پیدا کیا جو رحم میں ڈالا گیا تھا پھر وہ ایک جھگڑنے والا آدمی بن گیا۔ ہمارے لئے باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں گی تو پھر انسان نئے سرے زندہ ہو گا۔ ایسی قدرت والا کون ہے جو اس کو زندہ کرے گا۔ ان کو کہہ وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے اس کو پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک قسم سے اور ہر ایک راہ سے زندہ کرنا جانتا ہے۔ اس کے حکم کی یہ شان ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہی کہتا ہے کہ ہو پس وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے۔ جس کی ہر ایک چیز پر بادشاہی ہے اور تم سب اسی کی طرف رجوع کرو گے۔ سو ان آیات میں اللہ جلّ شانہٗ نے فرمادیا ہے کہ خُدا کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں جس نے ایک قطرہء حقیر سے انسان کو پیدا کیا۔ کیا وہ دُوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز ہے۔

اس جگہ ایک اور سوال ناواقفوں کی طرف سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں تیسرا عالم بعث ہے مُدّت دراز کے بعد آئے گا۔ تو اس صورت میں ہر ایک نیک وبد کے لئے عالم برزخ بطور حوالات کے ہُوا۔ جو ایک امر عبث معلوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا سمجھنا سراسر غلطی ہے۔ جو محض ناواقفی سے پیدا ہوتی ہے بلکہ خُدا تعالیٰ کی کتاب میں نیک وبد کی جزا کے لئے دو مقام پائے جاتے ہیں۔ ایک عالم برزخ جس میں مخفی طور پر ہر ایک شخص اپنی جزا پائے گا۔ برے لوگ مرنے کے بعد ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔ نیک لوگ مرنے کے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے۔ چنانچہ اس قسم کی آیتیں قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں کہ بمجرد موت کے ہر ایک انسان اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیتا ہے جیسا کہ خُدا تعالیٰ ایک بہشتی کے بارے میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِيْ یَعْلَمُوْنَ ۙ ۔-(یس:۲۶) یعنی اس کو کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو۔ اور ایسا ہی ایک دوزخی کی خبر دے کی فرماتا ہے۔۔۔، فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (الصفت:۔۵۵) یعنی ایک بہشتی کا ایک دوست دوزخی تھا۔ جب وہ دونوں مر گئے تو بہشتی حیران تھا کہ میرا دوست کہاں ہے۔ پس اس کو دکھلایا گیا۔ کہ وہ جہنم کے درمیان ہے۔ سو جزا سزا کی کارروائی تو بلاتوقّف شروع ہو جاتی ہے اور دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں جاتے ہیں۔ مگر اس کے بعد ایک اور تجلّی اعلیٰ کا دن ہے جو خُدا کی بڑی حکمت نے اس دن کے ظاہر کرنے کا تقاضا کیا ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا تا کہ وہ اپنی خالقیّت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر وہ سب کو ہلاک کرے گا تا کہ وہ اپنی قہاریّت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر ایک دن سب کو کامل زندگی بخش کر ایک میدان میں جمع کرے گا تا کہ وہ اپنی قادریّت کے ساتھ پہچانا جائے۔ اب جاننا چاہئے کہ دقائق مذکورہ میں سے یہ پہلا دقیقہ معرفت تھا جس کا بیان ہوا۔

دوسرا دقیقہء معرفت:

اعمال متمثّل ہوں گے۔ دُوسرا دقیقہء معرفت جس کو عالم معاد کے متعلق قرآن شریف نے ذِکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالمِ معاد میں وہ تمام امور جو دُنیا میں رُوحانی تھے جسمانی طور پر متمثّل ہوں گے خواہ عالمِ معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالمِ بعث کا درجہ۔ اس بارے میں جو کچھ خُدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اس میں سے ایک یہ آیت ہے وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۔۷۲ (بنی اسرائیل:۷۲) یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہو گا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہو گا۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس جہان کی رُوحانی نابینائی اُس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہو گی۔ ایسا ہی دُوسری آیت میں فرماتا ہے۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۔ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ۔ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۔ (الحاقۃ:۳۰ تا ۳۲) یعنی اس جہنمی کو پکڑو۔ اس کی گردن میں طوق ڈالو۔ پھر دوزخ میں اس کو جلاؤ۔ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستّر (۷۰) گز ہے اس کو داخل کرو۔ جاننا چاہئے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا کہ دُنیا کا رُوحانی عذاب عالمِ معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہو گا۔ چنانچہ طوق گردن دُنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا۔ وہ عالمِ ثانی میں ظاہری صورت پر نظر آجائے گا۔ اور ایسا ہی دُنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دے گی اور دُنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئے گی۔

فاسق انسان دُنیا کی زندگی میں ہَوا وہوّس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے

اورناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے۔ پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائے گا اور ہمیشہ کی نااُمیدی طاری ہوگی تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کرے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (سبا:۵۴) یعنی ان میں اور ان کی خواہشوں کی چیزوں میں جُدائی ڈالی جائے گی اور یہی عذاب کی جڑھ ہوگی۔

دوزخ میں ستّر گز زنجیر کی حقیقت:

اور پھر جو فرمایا کہ ستّر گز کی زنجیر میں اس کو داخل کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستّر برس کی عمر پالیتا ہے بلکہ کئی دفعہ اس دُنیا میں اس کو ایسے برس بھی ملتے ہیں کہ خُوردسالی کی عمر اور پیر فرتوت ہونے کی عمر الگ کرکے پھر اس قدر صاف اور خالص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے۔ لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستّر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ سو خُدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستّر برس جو اس نے گرفتاری دُنیا میں گذارے تھے۔ عالمِ معاد میں زنجیر کی طرح متمثل ہوجائیں گے جو ستّر گز کی ہوگی۔ ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اِس جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ خُدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کے اپنے ہی برے کام اس کے آگے رکھ دیتا ہے۔ پھر اِسی اپنی سنّت کے اظہار میں خُدائے تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۭ (المرسلٰت:۳۱،۳۰) یعنی اے بدکارو! گمراہو! سہ گوشہ سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ جو سایہ کا کام نہیں دے سکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں۔ اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے۔ جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور ان کی تعدیل نہیں کرتے۔ ان کی یہ قوتیں قیامت میں اس طرح پر نمودار کی جائیں گی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں۔ اور وہ گرمی سے جلیں گے۔ پھر ایسا ہی خُدا تعالیٰ اپنی اسی سُنّت کے اظہار کے لئے بہشتیوں کے حق میں فرماتا ہے۔ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (الحدید:۱۲) یعنی اُس روز تو دیکھے گا کہ مومنوں کا یہ نور جو دُنیا میں پوشیدہ طور پر ہے۔ ظاہر ظاہر ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے۔ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ (آل عمران:۱۰۶) یعنی اس دن بعض مُنہ سیاہ ہوجائیں گے اور بعض سفید اور نورانی ہوجائیں گے اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ (محمد:۱۵)۔

بہشتیوں کے اعمال کا تمثّل:

یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک باغ ہے۔ اس میں اس پانی کی نہریں ہیں۔ جو کبھی متعفّن نہیں ہوتا اور نیز اس میں اُس دودھ کی نہریں ہیں جس کا کبھی مزہ نہیں بدلتا۔ اور نیز اس میں اس شراب کی نہریں ہیں جو سراسر سرُور بخش ہیں جس کے ساتھ خُمار نہیں اور نیز اِس میں شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہے جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں۔

بہشت کا صحیح فوٹو:

اس جگہ صاف طور پر فرمایا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھ لو کہ ان تمام چیزوں کی اس میں ناپیدا کنار نہریں ہیں۔ وہ زندگی کا پانی جو عارف دُنیا میں رُوحانی طور پر پیتا ہے۔ اس میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ رُوحانی دودھ جس سے وہ شِیر خوار بچہ کی طرح رُوحانی طور پر دُنیا میں پرورش پاتا ہے۔ بہشت میں ظاہر ظاہر دکھائی دے گا اور وہ خُدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دُنیا میں رُوحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اور اب بہشت میں ظاہر ظاہر اس کی نہریں نظر آئیں گی۔ اور وہ حلاوتِ ایمانی کا شہد جو دُنیا میں رُوحانی طور پر عارف کے مُونہہ میں جاتا تھا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دِکھائی دے گا اور ہر ایک بہشتی اپنی نہروں اور اپنے باغوں کے ساتھ اپنی رُوحانی حالت کا اندازہ برہنہ کرکے دِکھلادے گا اور خُدا بھی اس دن بہشتیوں کیلئے حجابوں سے باہر آجائے گا۔ غرض رُوحانی حالتیں مخفی نہیں رہیں گی بلکہ جسمانی طور پر نظر آئیں گی۔ (جاری ہے--------)

(فہرست مضامین)

۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء

قرآن کریم میں زندگی کے تمام وسائل موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوّذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے آیات ذیل کی تلاوت کی۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۔ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَ ھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۔ ءَ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ م بَعِیْدٌ ۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْھُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۔ بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ ھُمْ فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۔ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَھُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰھَا وَزَیَّنّٰھَا وَمَا لَھَا مِنْ فُرُوْجٍ ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰھَا وَاَلْقَیْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ بَھِیْجٍ ۔ تَبْصِرَۃً وَّذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۔ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ لا وَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ ۔ (قٓ:۱-۱۱)

ترجمہ: ”(اللہ تعالیٰ سب باتوں پر) قادر ہے، بزرگی والا قرآن گواہ ہے بلکہ یہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان میں سے ایک ڈرانے والا آیا، سو کافر کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو اُٹھائے جائیں گے) یہ لوٹ کر آنا دور (از قیاس) ہے۔ ہم جانتے ہیں جو زمین ان سے کم کر دیتی ہے اور ہمارے پاس حفاظت کرنے والی کتاب ہے۔ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا۔ سو وہ اُلجھن کی حالت میں ہیں۔ تو کیا وہ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اُسے کس طرح بنایا اور اسے زینت دی اور اس میں کوئی خلل نہیں۔ اور زمین کو ہمیں نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں۔ ہر ایک رجوع کرنے والے بندے کو سمجھانے اور یاد دلانے کو۔ اور ہم نے بادل سے برکت والا پانی اُتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغ اُگائے اور دانہ جو کاٹا جاتا ہے۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہہ بتہہ ہے بندوں کے لئے رزق (ہے) اور اس کے ساتھ ہم مُردہ بستی کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح نکلنا ہو گا۔“

اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۔ خُداوند کریم نے قرآن کی قسم کھائی ہے۔ اُس قرآن کی جو بزرگی والا قرآن ہے۔ یعنی قرآن کی صداقت پر قرآن کو ہی گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور وہ شہادت دی ہے، جسے بار بار اور مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ مُردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، مُردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور مُردہ قوموں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت کبھی کھُلے الفاظ میں، اور کبھی تمثیلات کے پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ یہاں پر آگے چل کر فرماتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ(۵۰:۹) یعنی آسمان سے پانی اُترتا ہے تو اُس کے ساتھ باغ اُگائے ہیں۔ اور یہ مثال دے کر فرمایا کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ ۔ اسی طرح اس قرآن کے ساتھ بھی مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اور یہی اس کلام کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ کہ تم ایک مُردہ قوم ہو۔ لیکن تم میں اگر زندگی پیدا ہو سکتی ہے، تو صرف قرآن کی برکت سے۔

چنانچہ وہ زندگی پیدا ہوئی۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ وہ قوم، جس کو قرآن نے زندہ کیا تھا، وہ پھر اپنی پہلی حالت کی طرف عود کرتی ہے۔ مگر افسوس! کہ اس وقت یہ قوم قرآن شریف کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ حالانکہ اسی میں اس کی زندگی کے تمام وسائل موجود ہیں۔ فرزندانِ اسلام جس قدر مصائب میں مبتلا ہیں، ان سب کا صرف یہی علاج ہے، کہ قرآن کریم کو مقدم کیا جائے۔ اور اسے اپنا راہبر بنایا جائے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ ہماری قوم مُردہ ہو گئی ہے، اس لئے کہ ایمان مفقود ہے۔ مگر ایمان بھی قرآن ہی پیدا کر سکتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں اب بلند ہمتی کا مادہ نہیں رہا۔ اور اس لئے قوم پستی کی طرف جارہی ہے۔ مگر یہ پستی بھی قرآن ہی دُور کر سکتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ قوم کو افلاس نے تباہ کر رکھا ہے۔ اس افلاس کو بھی قرآن کریم ہی رفع کر سکتا ہے۔ ہم میں بہت سے لوگ ہیں، جو غیر قوموں کی حالت دیکھ کر یہ رونا روتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے سامنے کوئی نصب العین نہیں۔ اور چونکہ دوسری قومیں ایک خاص نصب العین رکھتی ہیں، اس لئے وہ ترقی کر رہی ہیں۔ لیکن غور کرو۔ تو یہ نصب العین بھی قرآنِ کریم ہی ہمارے لئے تجویز کرتا ہے۔ اور کیسا عجیب نصب العین ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۶:۱۶۲) کہہ، میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا، اللہ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اس آیت میں خطاب نبی کریم ہی سے کیا گیا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ یہ بھی کہہ دو وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ(۶:۱۶۳) اور مَیں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ گویا سب سے پہلا مسلم یا قانون کا فرمانبردار۔ اس نصب العین کو سب سے بڑھ کر سامنے رکھنے والا میں ہوں۔

درحقیقت یہاں جس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، وہ اللہ کی ربوبیّت عالمین ہے۔ اور بتایا یہ ہے، کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کی ربوبیّت کرتا ہے، اسی طرح عبودیّت کامل پر پہنچے ہوئے انسان کی زندگی کی غرض بھی ساری مخلوق کی خدمت ہے۔ اور یہ سب سے بلند منصب ہے۔ یہ بات صرف نبی کریمؐ کے لئے ہی مخصوص نہیں کی گئی۔ قرآن شریف ہم سب کی ہدایت کے لئے ہے۔ حدیث میں یہی الفاظ سورہ فاتحہ سے پہلے دہرانے کی تاکید ہر مسلمان کو ہے۔ فرق یہ ہے کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی بجائے اَنَاْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہنا سکھایا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ یہ بلند مقصد، جس کو مذکورہ بالا آیت میں پیش کیا گیا ہے، وہ رسول کے لئے نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ جس دل کے اندر مخلوقِ خُدا کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو جائے گا، اس کے

اندر باقی تمام جذبات بھی پیدا ہو جائیں گے۔ آج ملک یا قوم یا وطن کی خدمت کا جذبہ سب سے بلند سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بلند ترین جذبہ وہی ہے، جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ خُدا کی مخلوق کی خدمت میں قوم، ملک یا وطن کی خدمت، بلکہ اپنے بال بچوں کی خدمت بھی شامل ہے۔ ”ملک پہلے اور مذہب پیچھے“ کا فقرہ کثرت سے زبانوں پر ہے۔ مگر اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس چھوٹے سے فقرے نے بہت سے نوجوانوں کو دہریہ اور مذہب سے آزاد کر دیا ہے۔ اور انہوں نے ملک اور قوم کو بھی ایک بُت بنا لیا ہے۔ آج ملک اور قوم کے جذبے نے انسان کے ساتھ بحیثیت انسان محبت اور ہمدردی کے جذبے کو بہت حد تک پامال کر دیا ہے۔ بلکہ اس کی جگہ دوسری قوموں سے نفرت کا جذبہ دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔ اور خود غرضی کو بہت ترقی دی ہے۔ یہ بھی ایک مرض ہے۔ جس کا علاج صرف اسلام کی تعلیم ہے۔ بہت سے لوگ حکومت کے تشدد سے متاثر ہو کر یہ کہتے ہیں کہ انگریز ہندوستانیوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور انہیں غلام بنا رہے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قریباً قریباً ہر قوم اپنی ترقی کے لئے دوسری قوم کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ خود ہندوستان میں ہندوؤں کی عام ذہنیت یہی ہے۔ کہ مسلمان اُن کے غلام ہو کر رہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ اگر ان حالات میں مسلمان نقصان اُٹھا رہے ہیں، تو یہ اُن کا اپنا قصور ہے۔ کہ وہ اپنے اندر قوّت پیدا نہیں کرتے۔ جو قوم اپنی آنکھیں کبھی نہیں رکھے گی اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے جدوجہد سے کام نہیں لے گی، اس کے ساتھ یہی سلوک ہو گا! جو مسلمان یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے سامنے کوئی نصب العین نہیں، وہ اسلام کی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں۔ مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ بلند نصب العین اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ وہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس مقصد کی تکمیل آسان نہیں، مگر ناقابلِ حصول بھی نہیں۔ جس قدر کوئی مقصد زیادہ بلند ہو گا، اُسی قدر عملی پہلو سے وہ مشکل نظر آئے گا۔ لیکن خُدا کے ایسے بندے موجود ہیں، جنہوں نے اس بلند مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دُنیا کو دکھا دیا، کہ کام کرنے والے جب کسی کام کا تہیہ کر لیتے ہیں، تو کوئی مشکل ان کے سدِّراہ نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، کہ ہندوستان کے اکثر قوم پرست نوجوانوں کے نزدیک اس سے زیادہ بلند مقصد اور کوئی نہیں ہو سکتا، کہ ملک کو مذہب پر مقدّم سمجھا جائے۔ ایک بڑے فاضل نے اس تقدیم کی یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ ہم مذہب کو بدل سکتے ہیں، لیکن ملک کو نہیں بدل سکتے۔ یہ مذہب کے متعلق بہت ہی پست خیال ہے۔ مذہبی صداقت انسان کے اندر سے، ملک اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے بھی نہیں نکلتی۔ لیکن اگر اس بات کو صحیح بھی سمجھ لیا جائے، تو پھر روحانیت پر نفسانیّت کو مقدّم سمجھنا پڑے گا۔ بعض لوگوں کے نزدیک مذہب کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں، کہ اپنے اپنے رنگ میں عبادت کا فرض ادا کر لیا جائے۔ خواہ اس رنگ کا تعلق مندر سے ہو یا مسجد سے اور یا گرجا سے۔ تو اس صورت میں شاید اس فقرے کا مطلب یہ ہو سکے، کہ خُدا کی جس رنگ میں چاہو، عبادت کر لو۔ اور غرض اپنے ملک اور قوم کی خدمت ہو۔ مگر مذہب کا یہ ایک نہایت ہی تنگ مفہوم ہے۔

اسلام میں تو عبادت کا حقیقی منشاء بھی مخلوقِ خُدا کی خدمت ہے۔ جو ملکی، قومی اور خانگی زندگی کی تمام خدمتوں پر حاوی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہو، کہ مذہب سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مذہب جھگڑا پیدا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ جس بات سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے، وہ انسان کی اپنی نفسانیّت ہے۔ مذہب انسان کے اخلاق کو درست کرتا ہے۔ دوسروں سے نفرت کا جذبہ مذہبی جذبہ نہیں۔ اور اسلام تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اس غلط خیال کو، کہ مذہب جھگڑے پیدا کرتا ہے، دُور کرنا خود ہر مذہب کے پیروؤں کا کام ہے۔ مذہب، جو خُدا سے تعلق اور محبت پیدا کرنے کا رستہ بتاتا ہو، وہ مخلوقِ خُدا سے نفرت اور اس کی تخریب کی تعلیم کیونکر دے سکتا ہے! جس قدر لوگ خُدا سے تعلق رکھنے والے دنیا میں ہوئے ہیں، وہ نسلِ انسانی کے خیر خواہ اور خادم ہی ہوئے ہیں۔

میرے ان دوستوں کو، جو یہاں جمع ہیں، سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جس چیز کو لوگ بے حقیقت سمجھتے ہیں، وہی دراصل ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ میری مراد اس تعلق سے ہے، جو خُدا کے ساتھ ہونا چاہئے۔ دنیا میں اس تعلق سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔ یہی وہ سب سے اعلیٰ اور بڑا تعلق ہے، جس کی بدولت رسول کریم ﷺ نے دنیا کو فتح کیا۔ اعلیٰ درجہ کی سچائی اور اخلاق اس تعلق کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔ ہمارے لائحہ عمل میں سب سے پہلے جس مقصد کو جگہ دینی چاہئے، وہ یہی ہے، کہ خُدا کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے۔ اور خُدا کی مخلوق کی خدمت کو نصب العین قرار دیا جائے۔ لوگ خدمتِ وطن کو سب سے بلند مقصد خیال کرتے ہیں۔ مگر ایک مسلمان کے لئے وطن سے بہت زیادہ عزیز چیز اسلام ہے۔ اور یہ وطن سے بلند تر چیز بھی ہے۔ خدمتِ وطن کے جذبے کی تحقیر کئے بغیر، مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ خدمت اسلام کے بلند جذبے کے

سامنے اگر ضرورت ہو، تو خدمت وطن کے جذبے کو قربان کرنا پڑے گا۔ دنیا میں یہی اصول برتا جاتا ہے۔ کہ اعلیٰ چیز کی خاطر ادنیٰ چیز قربان کی جاتی ہے۔ اور اسلام وطنیّت سے بلند تر شئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے مجدّد اور امام وقت نے اپنی جماعت سے یہ عہد لیا کہ ”مَیں دین کو دنیا پر مقدّم کروں گا۔“

(پیغام صلح ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء) (فہرست مضامین)

نُور کی کرنیں

چمن چمن کی فضائیں نکھار دیں ہم نے۔

دلوں میں نُور کی کرنیں اتار دیں ہم نے

مسیح وقت کا دامن پکڑ کے اے مولا۔

عروسِ دہر کی زُلفیں سنوار دیں ہم نے

(کلام علوی)۔ (فہرست مضامین)

یہ مولوی

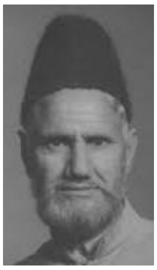

حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھیؒ[1]

وہ دن مجھے ابھی تک یاد ہیں جب امرتسر مختلف مذاہب کی باہمی بحثوں اور مناظروں کا ایک اکھاڑہ بناہوا تھا۔ علماء اسلام کی باہمی تفرقہ اندازی، تنگ نظری اور علوم جدیدہ سے ناواقفی بلکہ نفرت اور دشمنی نے دین اسلام کو غیر مذاہب ہی نہیں خود تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کی نگاہ میں حقیر اور ذلیل بنا کر رکھا تھا۔ ان دنوں بحث کیا ہوتی تھی اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، کوئی حرج کی بات نہیں اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا بادشاہ ہے، بادشاہ تخت پر ہی بیٹھا کرتے ہی۔ کوئی عقلمند بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کا یہ مفہوم نہیں سمجھتا کہ وہ ہر وقت تخت پر بیٹھا رہتا ہے۔ اٹھتا بھی ہے چلتا پھرتا بھی ہے، نیچے بھی آتا ہے اوپر بھی چڑھتا ہے۔ اُن دنوں یہ بھی کہا اور سنا جاتا تھا کہ کنگ ایڈورڈ (King Edward) ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہے حالانکہ ہندوستان میں نہ کوئی تخت تھا اور نہ ایڈورڈ یہاں آیا اور نہ اس پر کبھی بیٹھا۔ اس کا مفہوم صرف اس قدر تھا کہ ہندوستان پر شاہ ایڈورڈ کی حکومت ہے عرب کہتا ہے ثل اللہ عرشہم: ”اللہ تعالیٰ نے اُن کی حکومت کو مٹا دیا“۔ اور ثل اللہ عرشہم: ”اُن کی عزت جاتی رہی“۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے کان عرشہٗ علی الماء: ”ایک وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا“۔ یعنی اس کی قدرت سے زندگی کی ابتداء پانی سے ہوئی۔ ان سب باتوں کے باوجود ہمارے علماء کو یہ ضد تھی کہ اللہ تعالیٰ کا عرش صرف قدرت اور حکومت کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ وہ فی الواقع ایسے تخت پر بیٹھا ہے جسے چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے (اگر خدانخواستہ فرشتے نیچے سے سرک جائیں تو اللہ تعالیٰ معہ اپنے عرش کے فرش پر لڑھک جائیں۔) مگر غضب تو یہ ہوا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل حدیث کہلا کر اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھے ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر علماء اہل حدیث جن میں اُن کے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، ان کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور غزنویہ خاندان کے علماء اہل حدیث سب شامل تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مولوی ثناء اللہ پر کفر کا فتویٰ لگایا کہ ثناء اللہ اہل حدیث تو کجا اسلام سے ہی خارج ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عرش نہیں مانتا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر درست بیٹھا ہے اور عرش میں سے اللہ تعالیٰ کے بے اندازہ بوجھ کی وجہ سے ایسے چُر، چَر، چُر کی آواز نکلتی ہے جیسے گدھے پر نیا پالان کسا ہوا اور اس پر بوجھ لادا جائے تو پالان میں سے چُر چوں، چَر چوں کی آوازیں برآمد ہوتی ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب پر جب ان کے اپنے روحانی اور جسمانی استادوں اور ہم مشرب علماء اہل حدیث نے چالیس وجوہات کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اربعین شائع کر دی تو مولوی ثناء اللہ نے اپنی بریت کے لئے امرتسر میں اہل حدیث کی کانفرنس بلائی، یا یوں سمجھیں کہ بلانے کے پوسٹر شائع کر دیے تو اس کے جواب میں جید علماء مسجد غزنویہ کے قریب جمع ہوئے اور مولوی ثناء اللہ کے خلاف دھواں دھار تقاریر کیں۔ اول تو اس کانفرنس کی بدعتِ سیئہ قرار دیا گیا۔ اہل حدیث کیساتھ لفظ کانفرنس کا جوڑ حبشی کا نام کافور رکھ دینے سے کم نہ تھا۔ نجدی پر فرنگی خطاب ظلم عظیم تھا۔ بہرحال ان فُضلاء دین اسلام اور حاملین شرع متین نے ثناء اللہ کا خارج از اسلام ہونا ثابت کیا۔ مولوی ثناء اللہ کے مخبر بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے اِن سرخ فتووں کا ذکر کیا۔ علماء کا جلسہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ وہ بھی پہنچ گئے۔ اور انہوں نے پکار کر کہا میں سب الزامات کا جو مجھ پر لگائے گئے ہی جواب دینا نہیں چاہتا۔ ایک خط سنانا چاہتا ہوں جو آج سے صرف دو ہفتہ پہلے مولانا محمد حسین صاحب نے مجھے لکھا ہے، اس خط میں مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ جلسہ میں تو مولوی محمد حسین صدر اہل حدیث اور دو سو علماء اہل حدیث کا یہ کہنا کہ ثناء اللہ

---

[1] ’روح اسلام‘، مارچ–اپریل 1955، صفحہ 120–116۔
www.abdulhaq.info/articles/jamaat

اہل حدیث تو کجا، خارج از اسلام ہے، اس کا کفر یہود و نصاری کے کفر سے زیادہ سخت ہے اور کہاں یہ کہ دو ہفتہ پہلے ان کو سند دے دی تھ کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ اس خط کے انکشاف کے بعد جلسہ میں گڑ بڑ ہو گئی۔

میرا طالب علمی کا زمانہ تھا اور میں نے ابھی احمدیت کی بیعت نہ کی تھی۔ علماء کرام کے اندرونی اور بیرونی تضاد کا تماشا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جلسہ کے بعد لوگ مختلف ٹولیوں میں کھڑے رائے زنی کر رہے تھے کہ اتنے میں مولوی محمد حسین صاحب ہاتھوں میں لوٹا تھامے، جائے ضرور سے نیچے اترے۔ اور کسی کا چھبتا ہوا فقرہ انہوں نے بھی سُن لیا کہ ''اِن مولویوں کا کیا اعتبار ہے''، تقریر تو یہ ثناء اللہ اہل حدیث تو کجا، خارج از اسلام ہے اور خط میں لکھتے ہیں کہ میں آپ کو اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے یہ خیال کر کے کہ یہ ریمارک میں نے پاس کیا ہے مجھے مخاطب کر لیا اور فرمایا تمہیں کیا معلوم اہل حدیث کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟ مولانا کا یہ سوال ابھی میرے دل میں اپنی جگہ ڈھونڈھ رہا تھا کہ اتنے میں انہوں نے خود ہی ارشاد کیا: بدعتی اہل حدیث، عملی اہل حدیث، اعتقادی اہل حدیث، حنفی اہل حدیث، نجدی اہل حدیث وغیرہ وغیرہ، اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دوسرا سوال داغ دیا کہ اب آپ یہ بتائیں کہ میں نے خط میں یہ کہاں لکھا ہے کہ میں ثناء اللہ کو ہر طرح اہل حدیث سمجھتا ہوں۔ میں نے مولانا کی فی البدیہہ مگر پھسپھسی تاویل پر مسکرا کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

کئی برس گذرے دہلی لال کنواں مشنری ہال میں پادری احمد مسیح کا علماء اسلام سے مناظرہ تھا۔ مضمون تھا ''فضیلتِ مسیح از روئے قرآن''۔ پادری صاحب نے کم و بیش ۱۷ کے قریب مسیح کے فضائل قرآن مجید سے بیان کئے جو سوائے مسیح کے اور کسی نبی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہیں پائے جاتے۔ مضمون ختم کرنے کے بعد پادری صاحب نے علماء اسلام کو چیلنج کیا مگر جواب کے لئے یہ شرط لگادی کہ دیکھو بھئی میرے دعوے کے جواب میں قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے پُرزے نہ پیش کرنا۔ سنتے ہی مولوی صاحبان میں سرگوشیاں چلیں اور آپس کے صلاح اور مشورے سے ایک صاحب جواب دینے کھڑے ہوئے۔ اُن کے بعد ایک اور مولوی صاحب اُٹھے۔ دونوں نے اعتراضات کے جواب دیئے۔ پادری صاحب جواب الجواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے، تو انہوں نے کہا دیکھو بھئی میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے جواب میں قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے پرُزے پیش نہ کرنا، مسیح کا زندہ اور قیوم ہونا، عالم الغیب ہونا، بے باپ ہونا، محی الموتی ہونا، اس کے قدموں پر قیامت ہونا، زندہ آسمان پر چڑھنا اور زندہ سب کے سامنے آسمان سے اتر آنا، اس کی پیدائش پر محیر العقول معجزات کا ظہور، پیدائشی اندھوں کو بینا کرنا، ہزاروں برس تک تغیرات جسمانی سے پاک اس کا ''الآن کما کان'' رہنا، وغیرہ وغیرہ ایسے صفات ہی جو مسیح کو بالاتر از انسان ثابت کرتے ہی۔ کسی دوسرے نبی میں یہ صفات موجود نہیں۔ مگر میرے جواب میں جو کچھ کہا گیا وہ قادیانی مشین کے گھڑے ہوئے خیالات ہیں جو قابل توجہ نہیں۔ اس پر اُنہی مولوی صاحب نے اصرار کیا کہ یہ جوابات مرزا قادیانی کے نہیں بلکہ ہمارے پہلے علماء نے بھی یہی جوابات دئے ہیں۔ اس پر پادری صاحب مُسکراتے ہوئے اٹھے اور کہا واہ واہ، اُن سوالات کے یہ جواب دینے والے تو آپ کے پہلے بزرگ تھے، مگر اُنہی خیالات اور عقائد کی وجہ سے علماءِ اسلام نے مرزا صاحب پر کُفر کا فتوی دیا۔

احمدیت کے اِن جملہ عیوب کو جواِن کی طرف منسوب کئے جاتے ہی ایک طرف رکھ کر اس زمانہ کے حالت کا اگر جائزہ لیا جائے جب آریوں میں پنڈت دیانند، منشی لیکھرام، منشی اندرمن، سوامی یوگیندر پال اور دھرم پال، عیسائیوں میں فتح مسیح، اکبر مسیح ،وغیرہ وغیرہ اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید پر حملہ آور تھے، سینکڑوں اور ہزاروں مسلمان شدھ ہو رہے تھے اور ہزارہا کی تعداد میں عیسائیت قبول کر رہے تھے، اور ہزاروں مسلمان نوجوان مسلمان کہلاتے ہوئے اسلام سے بیزار ہو رہے تھے کیونکہ علماء اسلام اپنی نکمی بحثوں اور تکفیر باہمی کے شُغل میں مشغول تھے۔ مرزا غلام احمد اور احمدیت کا یہ احسان ناقابل فراموش احسان ہے کہ ان کے علم کلام نے ایسے نازک وقت میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کے احساس کمتری کو دور کیا، اسلام کی برتری کا یقین پیدا کیا اور قرآن مجید کی آیت استخلاف کی زندہ تفسیر اور اس کی صداقت کو از سر نو دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ

''اللہ تعالی نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہی وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کی۔ مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن پیدا کر دے گا۔'' (۲۴:۵۵)

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اگر آج عیسائی اور آریہ مسلمانوں کو چیلنج کریں تو یہ مولوی پھر اپنے اپنے بلوں میں دوبارہ جا گھسیں گے اور اسلام کی وکالت کے لئے دوبارہ پھر احمدی مبلغین کو گذشتہ کی طرح دشمنانِ اسلام کے سامنے پیش کریں گے۔ سوال صرف یہ ہے کہ کہ ہمارے مولویوں کا اسلام صرف بسم اللہ کے گنبد میں ہی رکھنے کے قابل ہے یا آریوں عیسائیوں اور غیر مذاہب کے سامنے پیش کرنے کے قابل بھی ہے؟ (فہرست مضامین)